Lesson 2: Yunus (Ayaat 21- 30): Day 6 سُوْرَۃُ یُونس کی تفسیر

آج کے سبق کا main theme ہے "زندگی ایک ڈھلتا سایہ"

آج کے سبق کی بہت خوبصورت تمثیل ہے۔ جو دنیا میں جو تھوڑی بہت کشش ہو، اسے بھی پیچھے کرتی ہے۔ بہت ہی پیاری مثال میں بارش کے پانی کو "وحی الٰہی" کے ساتھ جوڑا گیا۔ اور دنیا کے مال کا آج کے سبق کی روشنی میں خوبصورت تقابل کیا جائے گا۔

2۔ دوسری چیز جو ہمیں اس سبق میں ملے گی وہ یہ کہ دنیا کی نعمتیں صرف چکھنے کے لیئے ہیں اور آخرت کی نعمتیں ہمیشہ کے لیئے ہیں۔

3۔ تیسری چیز جو اس سبق میں آئے گی وہ یہ کہ سرکشی نہیں چھوڑتے تو نہ چھوڑو، اسکا وبال تمھارے اپنے اوپر پڑے گا۔

4۔ شرک کی کچھ قسموں کا تذکرہ ہے

5-اس میں ایک سوال کا جواب ملے گا اور وہ کیا کہ جنت میں جانے کے بعد جنتی کس چیز کو پا کر جنت کی نعمتوں کو بھی بھول جائیں گے؟

6۔ جہنمیوں کا جہنم میں کیا روپ ہو گا۔

پچھلی آیات میں ہم نے اچھی طرح وہ ماحول سمجھ لیا جس میں یہ آیتیں نازل ہو رہی تھیں۔ نت نئے مطالبے، نبی کریمؐ کے کردار پر باتیں۔ وحی کو جادو کہنا اور نہ ماننے کے سو (100) بہانے تھے۔ اب وہ

لوگ جو ماں باپ کیطرف سے تو مسلمان تھے لیکن وقت اور ماحول نے اُنہیں غافل بنا دیا تھا، بیدار کرنے کے لیئے کہتے ہیں

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ

اور جب ہم لوگوں کو تکلیف پہنچنے کے بعد (اپنی) رحمت (سے آسائش) کا مزہ چکھاتے ہیں۔

یعنی جب ہم کسی کو کوئی تکلیف دینے کے بعد اُس میں سے نکال دیتے ہیں تو پھر کیا ہوتا ہے

اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ۭ تو وہ ہماری آیتوں میں حیلے کرنے لگتے ہیں۔(کتنے ناشکرے ہیں لوگ)۔ایسے لوگوں کو کہہ دو۔کیا؟۔

قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا کہہ دو کہ خدا بہت جلد حیلہ کرنے والا ہے

اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾- اور جو حیلے تم کرتے ہو ہمارے فرشتے ان کو لکھتے جاتے ہیں

شعور کو بیدار کرنے والی آیت ہے۔اس کا تھوڑا سا back ground سمجھ لیجیئے۔نبی کریمؐ مکہ والوں کے لیئے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ہونا تو چاہیئے تھا کہ مکہ والے نبیؐ کو رحمت سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ شریک ہو جاتے۔لیکن مکہ والوں نے نبیؐ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا کہ اُنہیں مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کرنی پڑی۔جب نبی کریمؐ اور دوسرے تمام ایمان والے جنکی وجہ سے اللہ کے عذاب اُن پر رُکے ہوئے تھے،مکہ چھوڑ کے مدینہ چلے گئے تو مکہ والوں پر ایک بہت بڑا "قحط" کا عذاب آیا۔یہ قحط اتنا سخت تھا کہ یہ اپنے جانوروں کی کھالیں تک کھا گئے۔اور جب اوپر آسمان کی طرف دیکھتے تھے تو نقاہت اور کمزوری کی وجہ سے اندھیرا دِکھتا تھا۔سورۃ انفال میں ہمیں اس کا کچھ تذکرہ ملے گا۔انشاءاللہ۔

یہاں لوگوں سے مُراد مکہ والے ہیں لیکن اس کے بعد ہر وہ انسان جو اللہ کی رحمت اور نعمت کو اور خاص طور پر دین کی نعمت کو for granted لے اور اس کی قدر نہ کرے یا پھر جو قربانیاں دین کے لئے دینی ہیں اُن سے بھاگنے لگے تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کوئی بات نہیں کتنے دن خیر مناؤ گے۔ نبیؐ کا وجود تمہارے لیئے عذابوں سے بچنے کی دلیل تھی۔

حدیث سے بھی ہمیں یہ بات پتہ چلتی ہے کہ "جس نے اللہ کے ولی سے دشمنی کی اللہ تعالیٰ خود اُس دشمنی کرتا ہے"۔

لفظ اَذَقْنَا کو دیکھیں۔ "ذ،و،ق" اسی سے ہے چکھنا۔ اصل معنی ہوتا ہے منہ سے چکھنا۔ یہاں مزاجاً آیا ہے۔ یہاں عذاب یا رحمت چکھنے کے معنوں میں ہے۔ اسکا معنی محسوس کروانا بھی ہے۔ یہاں ایک اور نقطہ نکلتا ہے کہ یہ دنیا میں ہمیں جو بھی ملا صرف چکھنے کے لیئے ہے۔ یہ مال دنیا، اولاد یہ کہانیاں جنکا ہم theme لے رہے ہیں، حقیقت میں ہمیں پورا نہیں ملا۔ اسی جملے کی مزید وضاحت کر دوں کہ یہ دنیا کے رشتے اصل رشتے نہیں ہیں، یہ بچے آپ کے اصلی بچے نہیں ہیں۔ اگر اللہ نے چاہا اور ہم سب جنت میں اکٹھے ہوئے تو وہاں یہی رشتے اصلی بن کے ملیں گے۔ اسی طرح ماں، باپ، بہن، بھائی، میاں، بیوی ہیں۔ دنیا میں یہ رشتے trial version ہے۔ اصل چیز وہاں ملے گی۔ اسی کو کہا گیا کہ دنیا میں ہم صرف چکھاتے ہیں۔ تم اسے اپنا حق سمجھ لیتے ہو اور اللہ کے ساتھ مقابلے کرتے ہو۔

جب ان پہ یہ عذاب آیا تو پھر اللہ کے نبیؐ کے پاس آئے۔ یہ ان کو دل کی گہرائیوں سے پتہ تھا کہ یہ سچے نبیؐ ہیں۔ ہم ان کا ساتھ دیں نہ دیں انکا پیغام پھیل کے رہے گا۔ سورۃ انفال میں ہم پڑھ چُکے ہیں کہ جب مکہ والوں نے کہا کہ انہیں یہاں سے نکالیں تو اُن کے ایک بڑے نے کہا کہ شکر کرو یہاں ہیں،

ڈھکا چُھپا پیغام دے رہے ہیں۔ نکال دو گے تو یہ کُھل کے پیغام دیں گے اور لوگوں کے دلوں پر ان کی باتوں کا اثر ہوتا ہے۔ حقیقت ہے کہ قرآن کو نہ ماننے والوں کو بھی اس کی سچائی کا پتہ ہوتا ہے۔ ایسے لوگ کیا کرتے ہیں۔ پھر نبی کریمؐ کے پاس گئے۔ رشتہ داریوں کو واسطے دیئے، قرابت داریوں کے تعلق بتائے کہ آپ ہمارے لیئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس قحط کو دور کر دے۔

بالکل وہی انداز ہے جو حضرت موسیٰ کی قوم کا تھا۔ جب بھی کوئی عذاب آتا کہتے "موسیٰ اپنے رب سے دعا مانگ کہ یہ عذاب ٹل جائے اور جب وہ عذاب ٹل جاتا تو سب بھول جاتے۔ تو اس سے یہ بات پتہ چلی کہ خوشیوں میں اپنے رویوں کو نوٹ کریں۔ انسان کی فطرت میں ہے کہ جب اس پہ کوئی اچھا وقت آتا ہے تو اُسکو لگتا ہے کہ؛

1۔ یہ ہمیشہ رہیں گے

2۔ یہ میرا حق تھا

3۔ اسے لگتا ہے کہ اللہ مجھ سے خوش ہے تبھی تو اس نے مجھے یہ نعمت دی ہے۔

اس طرح کے کچھ رویے انسان کے اندر آتے ہیں تو وہ مستیاں کرنے لگتا ہے۔ پھر اُسے اچھے خواب بھی آنے لگتے ہیں، میاں کی promotion ہو گئی، کسی اچھی جگہ پہ بیٹی کا رشتہ ہو گیا تو کہتا ہے "دیکھا نیکی کی تھی تو یہ سب ہو"۔ اور اگر خدانخواستہ کوئی ملی ہوئی چیز بھی چلی جائے، کچھ حادثہ ہو جائے تو کہیں گے کہ دیکھا ہم تو پہلے ہی نیکی نہیں کرنا چاہ رہے تھے۔ جب سے نمازیں پڑھنا شروع کی ہیں

کاروبار ہی ٹھپ ہو گیا ہے۔ دنیا طالوت کی نہر ہے۔ یاد رکھیں "دنیا میں کسی نعمت کا ملنا، ہماری نیکی یا بدی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسکا ملنا ایک امتحان ہے"۔

آخرت میں جو ملے گا وہ "انعام" ہے۔ انعام اور جزاء میں کسی چیز کا ملنا اور آزمائش میں کسی چیز کا ملنا، ان دونوں میں فرق ہے۔ نوٹ کرنے کی اصل چیز کیا ہے کہ نعمتیں پا کر میرا رویہ کیا ہوتا ہے؟ کیا ان نعمتوں کو پا کر اللہ کا شکر کرتی ہوں کیونکہ اس آیت میں ہے کہ ہماری آیتوں کے ساتھ مکر کرنے لگتا ہے۔ اور ہم رحمت کے بعد تکلیف دیتے ہیں تو یہ ایسے ہے کہ صحت کے بعد بیماری، دولت کے بعد غربت، اشارہ اُسی قحط کی طرف ہے۔ مَسَّتْهُمْ اسکو لگا۔ م،س مَس کا معنی "چھونا"۔ تو مکر کرتا ہے۔ مکر کہتے ہیں کسی کو حیلے بہانے سے کسی کام سے دور روک دینا۔ یہاں 'مکر' سے مراد مشرکینِ مکہ کا مکر اور ہو کیا تھا

1۔ شرک

2۔ نبی کی تکذیب

اللہ انکے جواب میں کہتا ہے

قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا۔ اللہ زیادہ تیز ہے تدبیر میں۔ اَسْرَعُ۔س،ر، بہت جلدی کرنے والا۔ یعنی اللہ کی تدبیر سب سے زیادہ ہے۔ یہاں لفظ 'مکر' اللہ کے لیئے آیا ہے تو اس سے کیا مراد ہے اسکو کہتے ہیں 'بامشاکرہ' tit for tat اردو میں کہیں گے جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ یعنی انکے مکر کی بات آئی تو اللہ نے کہا میں بھی مکر کرتا ہوں حالانکہ اللہ ہر مکر سے آزاد ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے کہا

یُخٰدِعُوْنَ ۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ اللہ کو دھوکا دیتے ہیں، اللہ اُنکو دھوکہ دیتا ہے۔ یہاں "مکر" سے مراد اللہ کی وہ آہستہ آہستہ کی پکڑ ہے جس میں اللہ لوگوں کو اُس وقت ڈالتا ہے جب وہ نعمتیں پانے کے بعد اپنے رویوں کو بدلتے ہیں۔ حضرت علیؓ فرمایا کہ اللہ جسکی دنیا فراغ کر دے اور وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ اللہ کی طرف سے ڈھیل ہے تو وہ فریب غردہ ہے۔ کتنے لوگ ہیں جن کو غربت کے بعد دولت ملتی ہے تو وہ کہتے ہیں یہ ڈھیل ہے۔ انسان تو کہتا ہے بس جی اب حالات ٹھیک ہو گئے۔ پھر وہی اصراف، وہی دکھاوے، وہی پارٹیز۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ انسان پھر وہی کام کرنے لگ جاتا ہے جو اللہ سمجھانا چاہتا ہے۔ خوشی اور غم آزمائش ہیں۔ ان میں رویوں کی بات ہوتی ہے۔

ہم سنتے ہیں کہ "مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے جب غم ملتا ہے تو صبر کر کے جنت پالیتا ہے اور جن نعمت ملتی ہے تو شکر کر کے جنت پالیتا ہے۔ 'صبر' اور 'شکر' دو رویے ہیں۔ ہم اپنے آپ سے پوچھیں کہ ہم آیتوں کے ساتھ کیسے 'مکر' کرتے ہیں۔ ہم غلط کام کر کے قرآن سے دلیل لیتے ہیں۔ کہ اللہ قرآن میں کہتا ہے خوش رہو، اپنی نعمتوں کا اظہار کرو، کھانا کھلاو۔ مرنے والے گھر میں اگر کوئی کہہ دے کہ ہم کھانا نہیں کھائیں گے تو لوگ کہتے ہیں 'نہیں کھانا کھلانا ثواب ہے اس لیئے آپ کھائیں'۔ کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ اس کے آگے، پیچھے کوئی حدیث بھی ہے یا نہیں۔ ہر بات کو ہم قرآن سے ثابت کرتے ہیں۔۔ بے پردگی، بے حیائی کو لوگ کہتے ہیں socialising کہتے ہیں۔ اسلام کہتا ہے ملو جُلو، اسلام کہتا ہے دوسروں کی خدمت کرو، اسلام اچھے اخلاق کی بات کرتا ہے۔

توجب ہم قرآن کے معنی اپنی خواہشات کے مطابق کرتے ہیں تو یہ ہے مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيٰتِنَا۔ پہلے لوگ غلط کام کرتے بھی تھے تو اللہ سے ڈرتے تھے۔ سود لیتے ہوئے روتے تھے۔ آج سود کو غلط ہی نہیں کیا

جاتا۔ اللہ کی آیتوں کے ساتھ اس طرح کا رویہ اللہ کو غصہ دلاتا ہے۔ آیت کا مطلب ہے "نشانی"۔ اسکا کیا مطلب ہے کہ ہر "آیت" ہمیں اللہ کا پتا دیتی ہے۔ جس طرح سڑک پہ لگے sign boards ہمیں منزل کا پتہ دیتے ہیں اسی طرح 6666 آیتیں ہمیں اللہ کا پتا دیتی ہیں۔ کتنی حیرت ہے اس اُمت اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۙ بھی کہتی ہے اور اس راستے پہ 6666 sign board بھی لگے ہوئے ہیں۔ ادھر مُڑیں، ادھر رُکیں، یہاں آئیں، یہ کریں یہ نہ کریں۔ یہ سب directions ہیں جنت میں جانے کی، اُسکے باوجود اُمت بھٹک گئی۔ آپ سائن بورڈ نہ پڑھیں اور بھٹک جائیں تو اس میں سائن بورڈز کا قصور نہیں ہے۔ یہی پچھلے سبق میں پڑھا کہ لوگ خود نہیں بدلتے قرآن کو بدل دیتے ہیں۔ ایسے لوگ ھدائیت کا source بدل کے اس طرف آنے والے لوگوں کو راستہ روک دیتے ہیں۔ جس دور میں یہ آیتیں نازل ہو رہی تھیں اُس وقت یہ گھر گھر کی کہانی تھی کہ اس شخص نے آکر ہمارا آرام خراب کر دیا۔ باپ دادا کے ساتھ رہ رہے تھے، خوشیاں مناتے، کھاتے پیتے تھے، اس ایک شخص نے آکر رنگ میں بھنگ ڈال دیا۔

تو اللہ کہتا ہے کہ انکو نبیؐ سے نہیں بلکہ اللہ کی آیتوں سے چڑ تھی۔ تو اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں ان آیتوں پہ چلنے والا بنائے۔ (آمین) بعض دفعہ ہم کسی شخصیت کو اپنا معیار بنا لیتے ہیں۔ تو دین "حجت" ہے شخصیات حجت نہیں ہیں۔ انکا ایک اور شرک تھا کہ ستاروں کو مانتے تھے۔ کوئی کام ہو جاتا تو کہتے کہ یہ ہمارے فلاں ستارے کی وجہ سے ہوا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ستارے، بارش سب اللہ کے ہاتھوں میں ہیں۔

هُوَ الَّذِیۡ یُسَیِّرُکُمۡ فِی الۡبَرِّ وَ الۡبَحۡرِ ؕ --وہی تو ہے جو تم کو جنگل اور دریا میں چلنے پھرنے اور سیر کرنے کی توفیق دیتا ہے۔

۔لفظ بَرّ ب، ر، چھوٹی بڑی چیزوں کو کہتے ہیں۔ جنگل میں ہر طرح کی چیزیں ہوتی ہیں۔ اللہ نے قوانینِ طبعی کے ذریعے تمھاری لیئے خشکی اور سمندر کو مسخر کر دیا۔ پھر کیا ہوتا ہے؟

حَتّٰۤی اِذَا کُنۡتُمۡ فِی الۡفُلۡکِ ۚ یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں (سوار) ہوتے ہو

وَ جَرَیۡنَ بِہِمۡ بِرِیۡحٍ طَیِّبَۃٍ وَّ فَرِحُوۡا بِہَا -اور کشتیاں پاکیزہ ہوا (کے نرم نرم جھونکوں) سے سواروں کو لے کر چلنے لگتی ہیں اور وہ ان سے خوش ہوتے ہیں

جَآءَتۡہَا رِیۡحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَہُمُ الۡمَوۡجُ مِنۡ کُلِّ مَکَانٍ وَّ ظَنُّوۡۤا اَنَّہُمۡ اُحِیۡطَ بِہِمۡ ۙ دَعَوُا اللّٰہَ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ ۙ

تو ناگہاں زناٹے کی ہوا چل پڑتی ہے اور لہریں ہر طرف سے ان پر (جوش مارتی ہوئی) آنے لگتی ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ (اب تو) لہروں میں گھر گئے تو اس وقت خالص خدا ہی کی عبادت کر کے اس سے دعا مانگنے لگتے ہیں

کیا دعا کرتے ہیں؟

لَئِنۡ اَنۡجَیۡتَنَا مِنۡ ہٰذِہٖ لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیۡنَ ﴿۲۲﴾ (اے خدا) اگر تو ہم کو اس سے نجات بخشے تو ہم (تیرے) بہت ہی شکر گزار ہوں۔

ایسے وقت میں سب دیوی، دیوتا بھول گئے۔ یہاں ایک واقعہ ہے کہ فتح مکہ کے وقت اللہ کے نبیؐ نے جہاں عام معافی کا علان کیا تو وہاں کچھ لوگ ایسے تھے جنہیں آج کی زبان میں "اشتہاری مجرم" کہہ سکتے ہیں انہیں زندہ یا مردہ گرفتار کرنے کا حکم دیا گیا۔ ان میں ابو جہل کا بیٹا "عکرمہ" بھی تھے۔ اس خبر کو سُن کے وہ اپنی جان بچانے کے لیئے حبشہ کی طرف جانے کے لیئے ایک کشتی میں سوار ہو گئے۔ جب کشتی سمندر کے درمیان پہنچی تو طوفان آ گیا۔ عربوں کہ ایک عادت تھی کہ جب خشکی کی کوئی آفت آتی تو اپنے دیوی، دیوتاوں سے دعا مانگتے اور جب سمندر میں کوئی آفت آتی تو اللہ کو پُکارتے، اسی عادت کے تحت وہ اللہ سے دعائیں مانگنے لگے۔ اللہ نے 'عکرمہ' کے دل میں ڈالا کہ یہی پیغام تو وہ اللہ کا بندہ دے رہا تھا۔ دیوی دیوتا اگر سمندر میں نہیں دے سکتے تو خشکی پہ بھی نہیں دے سکتے۔ اُنہوں نے دل میں دعا کی کہ اللہ اگر یہاں سے بچ گیا تو آگے نہیں جاؤں گا پیچھے جاؤں گا۔ اللہ کا حکم دیکھیئے کہ وہ مشرکوں کی بھی سُنتا ہے۔ طوفان رُکا، عکرمہ واپس گئے، اپنی بیوی کے ذریعے اللہ کے نبی کو پیغام بھیجا۔ اسلام قبول کیا اور صحابیؓ ہوئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں جب کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو اُس وقت انکے خلاف جہاد میں انکے قابلِ ذکر کارنامے ہیں۔ یہ انسان کے اندر کی معرفت ہے۔ انسان کے اوپر باطل خیالات کا رنگ چڑھ جاتا ہے۔

اگر ایک بندہ بھی ہماری کوشش سے اسلام میں نہ آئے، اللہ ہمیں نہیں پوچھے گا لیکن اگر ہم نے کوشش ہی نہ کی تو اللہ یہ ضرور پوچھے گا۔ قرآن اور پیغام نہیں بدلنا۔ ہم اپنے قول اور عمل سے انکو بتائیں کہ یہ اصل دین ہے۔